محمد یوسف لدھیانوی

رحمہ اللہ تعالیٰ

رفتم و از رفتنِ من عالمے تاریک شد
من مگر شمعم چو رفتم بزم برہم ساختم

دوشنبہ۔ ۳/ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ۔ ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۷ء

آج کا دن پاکستان کی علمی و دینی تاریخ میں ایک المناک سانحہ اور جانگداز المیہ کی حیثیت سے یادگار رہے گا۔ آج اقلیم علم کے تاجدار، مسند ولایت کا صدر نشین، گلشن دین کا باغبان، حریم نبوت کا پاسبان، ولی اللّٰہی سلسلہ کا امین، قاسمی حکمت کا رازدان، انوری علوم ومعارف کا وارث، علم ومعرفت کا بحر مواج، اسرار شریعت کا نکتہ رس، شجرۂ سیادت کا گل سرسبد، سید زکریا کا لخت جگر، شیخ آدم بنوری کی آنکھ کا تارا حسینی خانوادہ کا چشم و چراغ، دودمان نبوت کا چاند اور سیادت وقیادت کا آفتاب دنیا کے افق سے غائب ہوگیا۔ ہمارے شیخ السید الامام محمد یوسف البنوری الحسینی رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موت کوئی اچنبھا چیز نہیں کہ اس پر حیرت وتعجب کا اظہار کیا جائے۔ یہ سنت بنی آدم ہے۔ یہاں کا آنا ہی جانے کی تمہید ہے۔ یہاں جو بھی آیا جانے کے لئے آیا۔ سرائے عالم کا ہر مسافر منزل عدم کا راہ نورد ہے:

له ملک ینادی کل یوم　　لدوا للموت وابنوا للخراب

موت کے قانون سے نہ کوئی نبی مستثنیٰ ہے نہ ولی، نہ عالم نہ جاہل، نہ نیک نہ بد، نہ مومن نہ کافر، نہ شاہ نہ گدا۔ اپنے اپنے وقت پر سبھی گئے اور سبھی کو جانا ہے، لیکن جانے والوں میں کچھ ایسے خوش بخت بھی ہوتے ہیں کہ زندگی ان کے نقش پا سے راستے ڈھونڈتی ہے، قومیں ان کے نور سے روشنی پاتی ہیں۔ انسانیت ان سے غازۂ حسن مستعار لیتی ہے۔ شرافت ان پر ناز کرتی ہے۔ محبوبیت انہیں دیکھ دیکھ کر اپنے کاکل وگیسو سنوارتی ہے۔ ایوانِ علم

ان کے بہار آفریں وجود سے گل ولالہ بن جاتا ہے۔ مجروح قلوب ان کے انفاس سے مرہم شفا پاتے ہیں۔ بے کس و درماندہ افراد ان کے سایہ عاطفت میں پناہ لیتے ہیں۔ وہ شمع کی مانند خود پگھلتے ہیں، مگر مخلوق خدا پر ضوفشانی کرتے ہیں۔ خود جلتے ہیں مگر دوسروں کو جلا بخشتے ہیں۔ خود بے چین و بے قرار رہ کر دوسروں کو راحت وسکون عطا کرتے ہیں۔ ان کے آئینہ رخ زیبا میں یاد خدا کی تصویر جھلکتی نظر آتی ہے۔ (اذا رؤوا ذکر اللہ) ان کی دید، دل کو سرور اور آنکھوں کو نور عطا کرتی ہے۔ ان کی محفل سکینت جنت کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ خاموش ہوں تو ہیبت و وقار پرا باندھے پہرہ دیتے ہیں۔ بات کریں تو موتی رولتے ہیں۔ مسکرائیں تو پھول برساتے ہیں۔ ناز کریں تو آسمان سے صدائے لبیک آتی ہے۔ گڑگڑائیں تو عرش الٰہی کانپ جاتا ہے۔ دنیا سے یہ بھی جاتے ہیں مگر اس شان سے جاتے ہیں کہ چہار سو صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ آسمان وزمین نوحہ کرتے ہیں۔ انسانیت کا پرچم سرنگوں ہو جاتا ہے۔ زمانہ تاریخ کی کروٹ بدل دیتا ہے اور قصر ملت پر زلزلہ آ جاتا ہے۔ ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے، لیکن آہ! ملت کا صبر وسکون بھی ساتھ لے گئے۔ آج کون اشکبار نہیں؟ کون دل فگار نہیں؟ مدرسہ میں کہرام کہ اس کے محبوب بانی چپکے سے چلے گئے۔ دارالحدیث کے در و دیوار پکار رہے ہیں کہ شیخ بنوری کے لحن میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سحر آفریں آواز آتی تھی بند ہوگئی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت اپنی یتیمی پر نوحہ کناں ہے کہ اس کے امیر وقافلہ سالار بچھڑ گئے۔ مدارس عربیہ کی تنظیم ''وفاق المدارس'' میں گھر گھر ماتم ہے کہ اس کے بانی و صدر رخصت ہوگئے۔ اسلامی نظریاتی کونسل پر سکوت مرگ طاری ہے کہ اس کی روح رواں نکل گئی۔ اہل قلوب مضطرب ہیں کہ:

جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

اہل نظر نصر [illegible] ہ متاع دین و دانش لٹ گئی۔ علماء مبہوت ہیں کہ علم وفقاہت کی بساط الٹ گئی۔ دانشوروں کو غم ہے کہ فضیلت وسیادت کی مسند خالی ہوگئی۔ اہل حق سراسیمہ ہیں کہ ان کی ڈھال چھن گئی۔ یتیموں اور بے کسوں کو صدمہ ہے کہ اس کا مشفق ومربی اٹھ گیا۔ عالم اسلام مغموم ہے کہ ملت ایک دیدہ ور راہنماء سے محروم ہوگئی۔

ان اللہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیئی عندہ باجل مسمی

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت شیخ قدس سرہ کو اس قدر ظاہری وباطنی کمالات سے نوازا اور اتنی خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا کہ نہ تو ان کا صحیح ادراک ہوسکتا ہے نہ ان کے لئے مناسب الفاظ وتعبیرات مل سکتی ہیں۔ عام لوگ انہیں اخباری اصطلاح میں بس ایک ''ممتاز عالم دین'' اور ''عظیم راہنماء ملت'' کی حیثیت سے جانتے تھے۔ عرب دنیا ان کی عربیت، فصاحت وبلاغت اور وسعت معلومات کا لوہا مانتی تھی۔ اہل علم ان کے فضل وکمال،

ان کے تدین وتقویٰ، ان کے اخلاص وعزیمت اوران کی شہامت ونجابت کے معترف تھے۔ حکام ان کی حمیت وغیرت، ان کی جرأت واستقامت اوران کی حق گوئی وبے باکی سے خائف تھے۔ اہل زیغ، ملاحدہ و زنادقہ ان کی ضرب یداللّٰہی سے لرزاں تھے۔ طلبہ ان کے حدیثی وتفسیری فقہی وکلامی معارف وافادات پر سر دھنتے تھے، احباب ان کے حسن صورت، حسن سیرت، حسن مصاحبت، حسن معاشرت، حسن تکلم، حسن تبسم پر گرویدہ تھے۔ مگر سچی بات ہے کہ:

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست
بسیار شیوہ ہا است بتا راں کہ نام نیست

حضرت قدس سرہ کی ایک ایک ادا اپنے اندر "بسیار شیوہ ہا" رکھتی تھی۔ ان کی ایک ایک جنبش لب بجلیاں گراتی تھی۔ ان کا ایک ایک نقش پا جادۂ استقامت کی نشاندہی کرتا تھا۔

ذهب الذين يعاش في اكنافهم

حضرت قدس سرہ علم کا خزانہ تھے، عمل کا نمونہ تھے، عاقل وفہیم تھے، ذکی ولبیب تھے، عابد وزاہد تھے، متقی و پرہیز گار تھے، جری وبہادر تھے، نڈر، حق گو، فیاض اور سخی تھے۔ انہیں جو کچھ ملا تھا موہبت خداوندی سے ملا تھا اوران کے تنہا وجود میں اس قدر فوق العادت اوصاف وکمالات قدرت نے جمع کردیئے تھے کہ ایک بڑی جماعت پر تقسیم کردیئے جائیں تو محاسن سے مالامال ہوجائے۔

حضرت شیخ کو حق تعالیٰ نے عبدیت ومحبوبیت کا بلندترین مقام عطا فرمایا تھا۔ اور صحیح بخاری شریف کی حدیث **ثم يوضع له القبول في الارض** کے مطابق ان کی یہ محبوبیت عطیہ آسمانی تھا۔ وہ ہر محفل میں "چراغ محفل" ہوتے۔ خواہ یہ محفل بادشاہوں کی ہوتی یا درویشوں کی۔ طلباء کی یا دانشوروں کی۔ عربوں کی یا عجمیوں کی۔ احباب کی یا اغیار کی۔ وہ سب پر بھاری نظر آتے۔

انہیں بڑے قد آور بادشاہوں اور سربراہان مملکت سے لے کر ادنیٰ لوگوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں تک سے باتیں کرتے دیکھا۔ مگر ان کی صولت وشوکت، ان کی زیبائی ورعنائی، ان کے حسن وجمال، ان کے جاہ وجلال، ان کے حلم ووقار کا رنگ ہرجگہ یکساں نظر آیا۔ ان کی محبوبیت ہرجگہ نمایاں جھلکتی نظر آتی۔

انہیں اپنے اللہ پر بڑا اعتماد تھا، بڑا ناز تھا۔ یقین وتوکل ایسا تھا گویا وہ لوح محفوظ سے ابھی ابھی پرواز لے کر آئے ہیں۔ انہیں اسباب ووسائل کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ جو کچھ کرتے تھے خدا کے لئے اور خدا کے بھروسے پر کرتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فقرہ آج بھی بہت سے لوگوں کے کانوں میں گونج رہا ہوگا کہ زمین وآسمان کے خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ اگر ہم اخلاص کے ساتھ اس کے دین کا کام کریں تو اس کے خزانوں میں

کیا کمی ہے؟

وہ جس کام کا ارادہ کرتے اس کے لئے استخارے کرتے۔ دعائیں کرتے۔ غلاف کعبہ پکڑ پکڑ کر گڑگڑاتے۔ روضہ رسول ﷺ کی جالیوں کے سامنے حق تعالیٰ سے التجائیں کرتے۔ اہل قلوب سے دعائیں کراتے۔ معاملہ فہم مخلصین سے مشورے کرتے۔ ان دعاؤں اور استخاروں کا سلسلہ بسا اوقات مہینوں تک چلتا اور جب پوری طرح اطمینان ہو جاتا کہ اس میں نفسانی خواہش کا کوئی شائبہ نہیں تو توکل بر خدا سے شروع کر دیتے اور پھر نتائج سے بے نیاز ہو کر اس پر اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیتے۔ چنانچہ ''مدرسہ عربیہ اسلامیہ'' کا قیام اسی نہج پر ہوا۔ اور اس راستے میں جو مشکلات پیش آئیں، جو مجاہدے کئے اور صبر و عزیمت سے ناموافق حالات کا جس طرح مردانہ وار مقابلہ کیا وہ ایک مستقل باب ہے۔

آج بحمد اللہ! یہ مدرسہ حضرت کے اخلاص کی برکت سے **اصلها ثابت و فرعها فی السماء** کا منظر پیش کر رہا ہے۔ مدرسہ کے بجائے یونیورسٹی بن چکا ہے۔ لیکن حضرت نے نہ اس کا کبھی کوئی اشتہار دیا، نہ کوئی سفیر بھیجا، نہ کبھی اپنے طرز عمل سے یہ ظاہر ہونے دیا کہ وہ اس مدرسہ کے بانی، شیخ الحدیث یا بڑے مولانا ہیں۔ بارہا فرمایا کرتے تھے: یہاں کوئی حضرت نہیں، نہ کوئی بڑا چھوٹا ہے۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کے دین کے خادم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مل کر کام کرنا ہے۔ اگر اخلاص ہو تو مدرسہ کی درس گاہیں صاف کرنے والا چپڑاسی اور بخاری پڑھانے والا برابر ہیں۔

حضرت قدس سرہ کو نمود و نمائش اور طلب شہرت سے طبعاً نفرت تھی۔ مال و جاہ کے مریض کا ان کے ساتھ جوڑ نہیں بیٹھا تھا۔ وہ جماعتوں کی صدارتوں اور امارتوں کے عہدوں سے بہت بلند و بالا تھے۔ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا عہدہ بھی ان کے شرف و مجد میں اضافہ نہیں کرتا تھا۔ بلکہ خود ان عہدوں کا آپ کے وجود سے مشرف ہونا ان کے لئے مایہ صد افتخار تھا۔ وہ کسی عہدے کے خواستگار نہیں بلکہ عہدے ان کے متلاشی تھے۔ ۱۹۷۴ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کے لئے آپ کو منتخب کیا گیا۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ کتنی منتوں سماجتوں، کتنے استخاروں، دعاؤں اور مشوروں کے بعد آپ نے یہ منصب قبول فرمایا۔ ابھی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت قبول کئے آپ کو چند مہینے نہیں گذرے تھے کہ ربوہ اسٹیشن کا سانحہ پیش آیا۔ جس کے نتیجے میں ملک گیر تحریک چلی۔ اور اس نے غیر معمولی شکل اختیار کر لی۔ اس کی قیادت کے لئے تمام جماعتوں پر مشتمل ''مجلس عمل ختم نبوت'' تشکیل پائی تو باصرار اس کی صدارت کے لئے آپ کو منتخب کیا گیا۔ حضرت قدس سرہ نے اس تحریک کے دوران جس تدبر و فراست، جس اخلاص وللہیت، جس صبر و استقامت اور جس ایثار و قربانی سے ملی قیادت کے فرائض انجام دیئے، وہ ہماری تاریخ کا ایک مستقل باب ہے۔ ان دنوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر سوز و گداز کی

جو کیفیت طاری رہتی تھی وہ الفاظ کے جامہ تنگ میں نہیں سما سکتی۔ تحریک کے دنوں میں جو آخری سفر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کراچی سے ملتان، لاہور، پنڈی، پشاور تک کیا' اس کی یاد کبھی نہیں بھولے گی۔ کراچی سے رخصت ہوئے تو حضرت پر بے حد رقت طاری تھی اور جناب مفتی ولی حسن صاحب سے فرما رہے تھے: مفتی صاحب! دعا کیجئے! حق تعالیٰ کامیابی عطا فرمائیں۔ میں کفن ساتھ لئے جا رہا ہوں۔ مسئلہ حل ہوگیا تو الحمد للہ...... ورنہ شاید بنوری زندہ واپس نہیں آئے گا۔ حق تعالیٰ نے آپ کے سوز دروں کی لاج رکھی اور قادیانی ناسور کو جسد ملت سے کاٹ کر جدا کردیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص وللّٰہیت، بے لوثی و بے غرضی اور بے نفسی و فروتنی کا ثمرہ تھا کہ یہ بے تاج بادشاہ کروڑوں انسانوں کے دلوں پر حکمرانی کررہا تھا اور جب وہ دنیا سے رخصت ہوا تو اس کا آفتاب شہرت نصف النہار پر تھا۔ آپ نے اپنے آپ کو جتنا مٹایا' حق تعالیٰ نے اتنا ہی اٹھایا۔ جس قدر اپنی پستی و فروتنی کا اقرار کیا' حق تعالیٰ نے اسی قدر رفعتوں اور بلندیوں سے ہمکنار کیا۔ سچ ہے:

من تواضع للہ رفعہ اللّٰہ

فوق العادت اخلاص وتواضع کے ساتھ آپ کی خودداری واستغناء کی شان بھی نرالی تھی۔ جن دنوں ٹنڈو اللہ یار کے مدرسہ سے تعلق منقطع کرچکے تھے اور ابھی تک آئندہ کا لائحہ عمل تجویز نہیں ہوا تھا، یہ دور آپ کی بے کسی اور کسمپرسی کا کربناک دور تھا۔ انہی دنوں کراچی میں ایک صاحب نے (جواب مرحوم ہوچکے ہیں) آپ سے فرمائش کی کہ ایک مدرسہ بنائیے۔ اپنے ساتھ ایک استاذ اور رکھ لیجئے۔ آپ دونوں صاحبوں کی سال بھر کی تنخواہ کی رقم میں آپ کے نام پر بینک میں جمع کرادیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: سال کے بعد کیا ہوگا؟ بولے: ایک سال تک چندہ آنے لگے گا اور مدرسہ چل نکلے گا۔ آپ نے فرمایا: شکریہ۔ میں ایسا مدرسہ نہیں بنانا چاہتا جس کی بنیاد مخلوق کے بھروسے پر رکھی گئی ہو۔ جب مدرسہ بنے گا تو آپ کا بھی جی چاہے تو چندہ دیجئے، پیشگی رقم جمع کراکے مدرسہ شروع کرنا مجھے گوارا نہیں۔

ایک صاحب نے کئی ہزار روپیہ حضرت کو زکوٰۃ کی مد میں پیش کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ: زکوٰۃ تو ہم صرف مستحق طلبہ پر خرچ کرتے ہیں۔ مدرسہ کے دیگر اخراجات میں زکوٰۃ صرف نہیں ہوتی۔ اس لئے عطیات کی ضرورت ہے۔ چونکہ طلبہ کی ضرورت کے بقدر رقم جمع ہوچکی ہے' اس لئے اگر دینا ہے تو زکوٰۃ نہ دیجئے، عطیہ دیجئے۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ: اس کی تو گنجائش نہیں۔ فرمایا: پھر زکوٰۃ کی ہمیں ضرورت نہیں' بولے۔ یہ روپیہ آئندہ سال طلبہ کے کام آجائے گا۔ فرمایا: آئندہ سال آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا خرچ بھی بھیج دیں گے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک بالکل آخری مرحلہ میں تھی۔ بھٹو حکومت کے ایک رکن رکین نے حضرت قدس سرہ کو

پیغام بھجوایا کہ ”قائد عوام“ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ جواب دیا۔ ”۷ ستمبر کے بعد ملیں گے۔“

جود وکرم اور سخاوت وفیاضی تو سلسلہ نبوت کا خاندانی طغرائے امتیاز ہے۔ ہمارے شیخ قدہ سرہ کی فیاضی دیکھ کر فرزدق کا وہ شعر یاد آتا ہے جو آپ کے جد امجد سیدنا علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس کے مشہور قصیدے میں ہے:

ما قال لاقط الا فی تشهده
لولا التشهد کانت لاؤه نعم

آپ کے ایک نیاز مند حج پر جارہے تھے‘ حضرت نے تنہائی میں بلاکر انہیں بہت سی نصیحتیں فرمائیں‘ کچھ مسائل سمجھائے۔ اسی سلسلے میں یہ بھی فرمایا۔ ”ہاں خرچ میں تنگی نہ کرنا۔ میں وہاں بہت امیر ہوتا ہوں‘ جتنی رقم کی ضرورت ہو بلاتکلف مجھ سے لے لینا۔“

میرے ایک محترم دوست کراچی تشریف لائے‘ میں نے اس کا سبب پوچھا تو بتایا کہ: مدرسہ کے لئے کچھ زمین خرید لی تھی‘ اس کا کچھ قرض ہوگیا ہے‘ یہاں کچھ احباب سے ملیں گے۔ میں نے نماز عصر سے فراغت کے بعد مسجد ہی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا تعارف کرایا‘ کراچی آنے کی وجہ دریافت کی تو میں نے بلاتکلف ان کا قصہ دہرایا۔ بے ساختہ فرمایا کہ: ایک ہزار روپیہ ہم دے دیں گے۔ اگلے دن صبح مجھے بلایا اور ہزار روپے میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا۔ ”رسید کی ضرورت نہیں۔ ہمارا معاملہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔“

تصوف وسلوک اور مجاہدہ وریاضت کا کوچہ حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے لئے اجنبی نہیں‘ اس راستے میں بادیہ پیمائی وآبلہ پائی اس خانوادہ کا موروثی پیشہ رہا ہے۔ اور پھر ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ تو:

کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنا بندی

کا مصداق تھے۔ آپ نے عنفوان شباب میں اپنے وطن میں سلسلہ مجددیہ کے ایک شیخ سے تعلق ارادت قائم کیا اور مجاہدہ ومراقبہ کی منزلیں اس سرعت سے طے کیں کہ بہت جلد لطائف جاری ہوگئے اور آپ کی ہر رگ وپے سے ذکر کی آواز آنے لگی۔ پھر جب پہلے حج پر تشریف لے گئے تو حضرت مولانا شفیع الدین نگینوی مہاجر مکی قدس سرہ (خلیفہ مجاز قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ) سے بیعت کی اور اجازت سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مدت تک مستفید ہوئے اور حضرت حکیم الامت نے آپ کو ”مجازین صحبت“ میں شامل فرمایا۔

حضرت مدنی قدس سرہ سے غایت درجہ کی عقیدت وارادت تھی‘ اور ان کے بے حد مداح تھے۔ ہمارے

ملک پر جو آفات و بلیات کا نزول متواتر ہوتا رہا ہے‘ اس کا باطنی سبب حضرت کے نزدیک یہ تھا کہ لوگوں نے حضرت مدنی قدس سرہ کی بڑی توہین کی ہے اور انہیں ایذائیں پہنچائی ہیں‘ جب تک اس جرم سے توبہ نہ کی جائے اس کی معافی بارگاہ قدس سے نہ مل جائے‘ تب تک اصلاح احوال کی کوئی صورت نہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر شخصیت میں سب سے بڑا حصہ ان کے شیخ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری کا تھا‘ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا۔ بہت سے بزرگوں کو ان سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ بعض حضرات نے ان سے پانچ پانچ بار صحیح بخاری کا درس لیا۔ لیکن جس نے شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وافادات ہی کو نہیں‘ ان کی پوری شخصیت کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا وہ صرف حضرت بنوری قدس سرہ کی ذات گرامی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ امام العصر سے صرف عقیدت نہیں تھی بلکہ عشق تھا اور ایسا عشق جس کا جوش پیرانہ سالی میں بھی جوان رہا۔ بلکہ عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہی چلا گیا۔ اسی عشق نے ان کے قلم زیب رقم سے ”نفحة العنبر “ایسی علمی وادبی کتاب لکھوائی۔ جسے نہ صرف علمائے ہند (حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر) نے خراج تحسین پیش کیا‘ بلکہ علمائے عرب نے بھی اس کی ادبیت اور فصاحت وبلاغت کے سامنے سر نیاز خم کیا اور اس کی عربیت کو جاحظ کی زبان کے ہم رنگ قرار دیا ہے۔ ایک چوٹی کے عالم نے آپ کو لکھا تھا:

یاشیخ قرأت کتابک، فسجدت لبیانک

حضرت قدس سرہ اس سلسلہ میں ایک عجیب لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ مصر کے ایک بہت بڑے عالم نے (جو اس وقت تک حضرت سے بالمشافہ متعارف نہیں تھے) خود آپ کے سامنے اس رائے کا اظہار کیا کہ ان کے خیال میں سرزمین ہند میں انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا عالم پیدا نہیں ہوا اور یہ کہ وہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی فوقیت دیتے ہیں۔ حضرت نے ان کے اس فیصلے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ: وہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح ”نفحة العنبر “ کے مطالعہ سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: یہ تو آپ کا یکطرفہ فیصلہ ہوا۔ جس قلم نے شیخ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح لکھی ہے‘ اگر اسی نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح بھی لکھی ہوتی تو آپ نے دونوں کے مطالعہ کے بعد ان دونوں شخصیتوں کا موازنہ کر کے یہ فیصلہ کیا ہوتا‘ تب آپ کا فیصلہ محققانہ کہلاتا‘ مگر افسوس ہے کہ جس قلم نے انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح لکھی‘ اس نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح نہیں لکھی۔ اس کے بعد فرمایا:

یا شیخ! اتدری من تفاوض؟ انت تفاوض صاحب النفحة

جناب کو معلوم ہے کہ آپ کس سے گفتگو کر رہے ہیں؟ آپ کا مخاطب خود ”نفحة العنبر “ کا

مصنف ہے۔

یہ سننا تھا کہ وہ آپ سے لپٹ گئے اور آپ کے سحر آفرین قلم سے بڑھ کر آپ کی نکتہ رسی، مرتبہ شناسی اور حاضر جوابی کی داد دینے لگے۔

حضرت قدس سرہ کی محفل میں آپ کے شیخ امام العصر نور اللہ مرقدہ کا ذکر چھڑ جاتا (اور اس کے لئے معمولی تقریب یا مناسبت کافی ہوتی تھی) تو حضرت پر ایک وجد اور وارفتگی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات اور ان کے اوصاف و اخلاق کا گھنٹوں تذکرہ کرتے۔ شیخ کے ارشادات من وعن انہی کے لب ولہجہ میں نقل کر کے فرماتے:

و اللّٰہ ھذا لفظہ. و اللہ ھذا لفظہ

قیس عامری کے بارے میں جو عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

گفت مشق اسم لیلیٰ می کنم
خاطر خود را تسلی می دہم

"مشق اسم لیلی" سے مجنوں کے دل کی تسلی واقعۃً ہوتی تھی یا نہیں؟ لیکن ہم نے دیکھا کہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تذکار سے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے سوزِ جگر میں اضافہ ہو جاتا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابل پڑتے۔ چہرۂ انور پر بے خودی اور بے کلی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور بے اختیار فرماتے:

واللہ لم یر مثلہ ولم یرھو مثل نفسہ

اور کبھی فرماتے:

واللہ کان و کان

اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا تذکرہ شروع ہو جاتا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے خطاب کرتے ہوئے ام المومنین خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ نے فرمایا:

یاعائشہ! واللہ کانت و کانت

اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے' کیسا غضب کا فقرہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دیکھنے اور ملنے والوں میں سے کوئی مل جاتا تو اس سے سب سے پہلی فرمائش یہی ہوتی کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ باتیں سنائیے۔ فرماتے تھے: ایک بار خطیب العصر سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ڈابھیل تشریف لائے' میں نے ان سے فرمائش کی کہ کچھ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہو جائے۔ انہوں نے مخصوص خطیبانہ انداز میں فرمایا: بھائی یوسف! کیا پوچھتے ہو، صحابہ کا

قافلہ جارہا تھا، پیچھے رہ گئے۔ میں نے کہا۔ **حسبک یا عطاء اللہ!**

ایک بار لاہور تشریف لے گئے تو مولانا عبید اللہ انور سے دریافت فرمانے لگے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شاہ صاحب کے بارے میں کیا سنا؟ اسی عشق ومحبت اور اسی ربط وتعلق نے آپ کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وانفاس کا وارث اور ان کا صحیح جانشین بنادیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کی ایک ایک بات اور ایک ایک ادا آپ کے لوح قلب پر کندہ تھی۔ ۴۵ برس پہلے کے واقعات اور حضرت شاہ صاحب کے ارشادات اس طرح سنایا کرتے تھے گویا ابھی ابھی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجلس سے اٹھ کر گئے ہیں۔ استاذ شاگرد کے تعلق کی بہت سی داستانیں لوگوں نے سنی ہوں گی، لیکن حضرت شیخ کو جو تعلق اپنے شیخ امام العصر رحمۃ اللہ علیہ سے تھا اس کی مثال نہ دیکھی، نہ سنی۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت، آپ کو دیکھ کر یہ یقین مشاہدہ میں تبدیل ہوجاتا ہے کہ سیدنا خاتم النبیین ﷺ کے جاں نثار شاگردوں (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے اپنے محبوب ﷺ کے ارشادات کو، آپ ﷺ کی اداؤں کو اور آپ ﷺ کے لب ولہجہ کو کس طرح یاد رکھا ہوگا اور پھر کس طرح من وعن امت تک پہنچایا ہوگا۔ **رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔**

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کچھ ایسے انداز میں فرماتے کہ گویا ان کے نزدیک دنیا میں بس ایک ہی عالم پیدا ہوا جسے انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ مگر اس عشق وتعلق اور فرط عقیدت کے باوجود حضرت قدس سرہ کے یہاں فرق مراتب پوری طرح ملحوظ رہتا تھا۔ حضرت سے کئی بار سنا کہ: جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مقام پر نظر کرتا ہوں تو انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ صفر نظر آتے ہیں اور جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مقام پر نظر کرتا ہوں تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ صفر نظر آتے ہیں۔ (قدس اللہ اسرارہم)

اس ارشاد سے صرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مرتبہ شناسی کا اندازہ ہوتا ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرات متقدمین کے مقابلے میں متاخرین کے علوم کی کیا حقیقت ہے؟ اس میں کیا شک ہے کہ علم کا یہ بحر محیط جسے بنوری رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے، اپنے شیخ کے مقابلے میں کچھ نہیں تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بعد کی علمی دنیا سید بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں صفر نظر آئے گی۔ الا ماشاء اللہ۔ اور یہ وہی حقیقت ہے جسے صحیح بخاری شریف کی حدیث: **ولکن یقبضہ بقبض العلماء** میں بیان فرمایا گیا ہے:

۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت کی کامیابی کے بعد ہی حضرت قدس سرہ نے سفر آخرت کی تیاری شروع کردی تھی اور بار بار فرماتے تھے کہ: میں محسوس کرتا ہوں کہ میرا مشن پورا ہوچکا ہے۔ اب مجھے جانا چاہئے۔ درمیان میں کچھ حالات ایسے پیش آئے کہ حضرت کی یہ آرزو جلدی پوری ہوتی نظر نہ آتی تھی۔ فرماتے تھے ہمارا

خیال تھا کہ بس اب ہم جائیں گے۔ لیکن شاید اللہ تعالیٰ کوئی اور خدمت لینا چاہتے ہیں۔

گزشتہ سال ربیع الثانی کے اواخر میں مدرسہ کے بارے میں وصیت نامہ تحریر فرما کر اساتذہ سے اس پر دستخط لئے۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ: مدرسہ کا انتظام وانصرام جس شخص کے سپرد ہو اس میں فلاں فلاں اوصاف و شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور موجودہ حالات میں مفتی احمد الرحمن صاحب سے بہتر اور کوئی نظر نہیں آیا۔ اس لئے استخارہ ومشورہ کے بعد توکل علی اللہ اس خدمت کے لئے موصوف کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ میری غیر موجودگی میں حیاً یا میتاً میرے تمام تصرفات واختیارات ان کو حاصل ہوں گے۔

گزشتہ رجب میں حضرت قدس سرہ کے صاحبزادے میاں محمد بنوری سلمہ کی شادی کی تقریب پر فیصل آباد سے مولانا تاج محمود اور ملتان سے مولانا محمد شریف جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت تشریف لائے۔ حضرت نے ان سے فرمایا: میں شوال تک تمہارا امیر ہوں، اس کے بعد اپنا امیر کسی اور کو بنالینا۔

بینات کے بصائر وعبر کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو زحمت دی جاتی تھی اور ہجوم مشاغل کی بناء پر حضرت کو اس کے لئے وقت نکالنا مشکل ہوتا تھا۔ اس صبر آزما انتظار میں بینات کی اشاعت میں تاخیر پر تاخیر ہو جاتی۔ آخری بصائر وعبر (جو گزشتہ ماہ شائع ہوئے) کے لئے کئی دن سے تقاضا تھا۔ بدھ ۷ شوال، ۱۲ اکتوبر) کی صبح کو نماز فجر کے بعد راقم الحروف نے عرض کیا کہ: حضرت کل اسلام آباد تشریف لے جا رہے ہیں۔ ادھر پرچہ پہلے ہی کافی مؤخر ہو چکا ہے۔ اگر چند سطریں تحریر فرما دی جائیں تو پرچہ پریس بھیج دیا جاتا۔ فرمایا بہت اچھا۔ چنانچہ نماز عصر کے بعد بصائر وعبر کا مسودہ راقم الحروف کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: بس اب آپ خود ہی لکھ لیا کریں۔ آہ! مجھے خیال تک نہیں تھا کہ یہ ارشاد بینات کے حق میں آخری وصیت ہے اور آئندہ بس آپ خود ہی لکھ لیا کریں پر عمل کرنا ہوگا۔

جمعرات (۲۸ شوال۔ ۱۳ اکتوبر) کو صبح ۷ بجے کی پرواز سے اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد تشریف لے گئے۔ دو دن اجلاس میں ۸۔۸ گھنٹے تک مصروف رہے۔ ہفتہ (یکم ذوالقعدہ ۱۵ اکتوبر) کی صبح کو ۷ بجے دل کی تکلیف ہوئی، مگر اسے معمولی سمجھ کر کچھ زیادہ خیال نہ کیا گیا۔ ۲ بجے دل کا شدید دورہ پڑا۔ اس شدید ضعف ونقاہت سے نیم جان ہو گئے۔ کمبائنڈ ملٹری ہسپتال میں لے جایا گیا۔ دو دن امید وبیم کی کیفیت رہی۔ دوشنبہ کی رات کو عشاء کے وقت طبیعت اچھی نظر آ رہی تھی۔ غالباً رات میں کسی وقت پھر حملہ ہوا۔ سنا گیا ہے کہ رات کے تین بجے کمپاؤڈر دوائی دینے آیا تو اس سے فرمایا ''بس دوائی کی ضرورت نہیں۔ بلاوا آچکا ہے۔'' چنانچہ صبح ۵ بجے بلاوے پر لبیک کہی اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ رحمہ اللہ۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کا صدمہ ملت اسلامیہ کا مشترکہ غم ہے۔ مدرسہ عربیہ

اسلامیہ اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں تعزیت کے لئے آنے والے حضرات کا تانتا بندھا رہا اور بے شمار حضرات نے تعزیتی جلسے کئے، تار اور خطوط بھیجے۔ ادرہ بینات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پسماندگان، اعزہ و اقارب، مدرسہ عربیہ اسلامیہ، مجلس تحفظ ختم نبوت اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے احباب ومخلصین اور حضرت کے غم میں شریک تمام افراد ملت سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اور ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے خود تشریف لاکر یا خطوط کے ذریعہ حضرت کے سوگوار متعلقین کو پرسا دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر جزیل عطا فرمائے اور ہم سب کو دین قیم کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔ جس کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی صرف کردی۔

ہم لوگوں کے ذمہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے حقوق ہیں۔ جن کا ادا کرنا لازم ہے، سب سے پہلا حق یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو حضرت کے لئے ایصال ثواب کیا جائے اور رفع درجات کی دعا کی جائے۔ الحمدللہ! مخلصین نے آپ کے ایصال ثواب کے لئے اس قدر قرآن کریم ختم کئے کہ بہت کم لوگوں کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ میں قارئین بینات سے بطور خاص اس کی استدعا کرتا ہوں کہ روزانہ بلاناغہ درود شریف، سورۂ اخلاص اور سورۂ فاتحہ (جس قدر ہوسکے) پڑھ کر اس کا ثواب آنحضرت ﷺ سے لے کر حضرت بنوری قدس سرہ العزیز تک تمام اکابر امت کی ارواح طیبہ کو بخش دیا کریں۔ اس عمل کے ذریعہ انشاء اللہ اکابر سے ہمارا تعلق مستحکم ہوگا اور یہ ہماری روحانی ترقی دنیا وآخرت کی سعادت اور ان اکابر کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ بنے گا۔ حق تعالیٰ شانہ حضرت شیخ کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے اور ہمیں تمام فتنوں سے بچا کر اپنی رضا کے موافق زندگی گذارنے کی توفیق فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ صفوۃ البریۃ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

سوگوار

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۹ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

☆.....☆.....☆.....